تصوف..........منشائے شریعت کی تکمیل

طاہر رضا بخاری*

تصوف کیا ہے؟ کیا یہ شریعتِ اسلامی کے مخالف و متوازن دین کا نام ہے؟ یا یہ منشائے شریعت کی تکمیل کا نام ہے؟ قطع نظر اس بحث کے کہ تصوف کا مادۂ اشتقاق ''الصوف'' ہے یا ''الصفو''، ''الصّف'' ہے یا ''الصفا''، یا اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم سے منسوب ہو کر تصوف بنا ہے یا پھر یونانی لفظ ''تھیاسوفی'' کی تعریب ہے، دیکھنا یہ ہے کہ شریعت کے جو مقاصد ہیں کیا تصوف ان مقاصد کے حصول میں سدِّ راہ بنتا ہے یا ممد و معاون ثابت ہوتا ہے؟ سب سے پہلے شریعت کے مقاصد کا تعین کرنا ہوگا تا کہ یہ دیکھا جاسکے کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات ''منشائے شریعت'' کی تکمیل و تعمیل میں کیا کردار ادا کرتی ہیں؟

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت صرف یہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنی قوم کو زندگی گزارنے کے لیے ''اصول و ضوابط اور قواعد و قوانین'' پر مشتمل کوئی نظامِ حیات دے جائیں، بلکہ ان کی بعثت کی غرض میں یہ بھی شامل ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو رذائل سے بچا کر اخلاقِ عالیہ سے آراستہ کریں، دلوں کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک صاف کریں، بدعملیوں کے داغ دھبوں کو مٹا دیں اور نفوس کا تزکیہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (۱)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر یہ احسان ہے کہ اُس نے انہی میں سے ان میں ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (۲)

"اسی (اللہ) نے ان پڑھوں کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے، انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

ان آیات کی رُو سے درج ذیل چار امور بعثتِ انبیاء کا مقصود و مطلوب قرار پائے:

۱۔ تلاوتِ آیات ۲۔ تزکیۂ نفس

۳۔ تعلیمِ کتاب ۴۔ تعلیمِ حکمت۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام ''مخلوقِ خدا'' کو جہاں اعمالِ ظاہریہ کی تلقین کرتے تھے وہاں نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہی نفس کا تزکیہ تصوف کا مطمحِ نظر اور اس کے بنیادی مقاصد

*ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور و اوقاف پنجاب، پاکستان

میں سے ایک اہم مقصد ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ شریعت اور تصوف کے درمیان کسی قسم کا تخالف یا تضاد نہیں ہے، بلکہ تمام صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ تکمیلِ شریعت ہی کا نام تصوف وطریقت ہے۔ اتباعِ رسول اللہ ﷺ جب تک محض ظواہر تک محدود رہے تو اس کا نام دین وشریعت ہے اور جب قلب وباطن بھی نورانیت رسول ﷺ سے منور ہو جائے تو یہ تصوف وطریقت ہے۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ کوئی شخص اگر کتبِ حدیث وفقہ میں درج قواعد کے مطابق نماز پڑھ لے تو شریعت کی رُو سے اس کی نماز مکمل ہوگئی، مگر تصوف اس پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ وہ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ نماز میں جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف متوجہ رہا ہے اسی طرح دل بھی ربّ ِکعبہ کی جانب متوجہ رہے، جس طرح جسم حالتِ نماز میں ظاہری نجاستوں سے پاک رہا اسی طرح روح بھی باطنی آلائشوں سے پاک رہے، جتنا لباس کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے اتنا ہی دل کا بھی تمام خیالاتِ دنیا سے پاک وصاف ہونا لازم ہے۔اب آپ فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ اصرار شریعت کے عمل کے مخالف ہے یا شریعت کے منشا کی تکمیل ہو رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہی تصوف ہی دین کی حقیقی روح ہے۔صحیح بخاری میں ایک حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں دریافت کیا۔ایمان واسلام کا تعلق تو انسان کے عقیدہ وعمل سے ہے، مگر ان دونوں سے ماوراء ایک چیز ''احسان'' بھی ہے اور احسان یہ ہے:

''أن تعبدَ اللّٰہ کأنک تراہُ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک.'' (۳)

''تو خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے، پس اگر خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس "احسان" کو سلوک وتصوف اور طریقت کا نام دیتے ہیں۔

تصوف کی اصطلاح اگرچہ بعد میں رواج پذیر ہوئی مگر یہ تصوف قرآن وسنت سے کسی الگ چیز کا نام نہیں بلکہ بالکلیہ یہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اور اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے ہمیشہ ہی اس بات کی تاکید کی ہے کہ شاہراہِ شریعت سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چلنے سے خدا رسیدگی ممکن نہیں ہے، زندگی جس قدر اللہ تعالیٰ کے احکامات کے موافق اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہوگی اسی قدر ولایت کا سفر آسان ہوگا۔

طبقۂ صوفیاء کے سرخیل حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ''فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں:

''لا بُدّ لکل مؤمن فی سائر أحوالہ من ثلٰثة أشیاء: امر یتمثلہ ونھی یجتنبہ، وقدر یُرضی بہ ''(۴)

"ہر مومن کے لیے تین چیزیں لازمی ہیں: اوامر الٰہی کی تعمیل کرتا رہے، منہیات سے بچتا رہے اور قضا وقدر پر راضی رہے.........."

اولیائے کرام وصوفیائے عظام رحمہم اللہ کی تعلیمات یہ رہی ہیں کہ قرآن وسنت سے ذرا بھی انحراف جائز نہیں

ہے، سلوک وطریقت کے تمام منازل اتباعِ سنت ہی سے طے کیے جاسکتے ہیں۔حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اتبعوا ولا تبتدعوا، واطیعوا ولا تمرقوا و وحّدوا ولا تشرکوا." (۵)

''سنت کی پیروی کرتے رہو اور راہِ بدعت اختیار نہ کرو، اطاعت کرو اور دائرۂ اطاعت سے باہر نہ آؤ، مواحد بنو اور شرک کا ارتکاب نہ کرو۔''

"تقویٰ" کا شریعتِ اسلامی میں جو مقام ہے اس سے ہر ذی شعور مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔اصحابِ تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ومقرب بندے ہوتے ہیں۔اسی تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کو راہبرانِ سلوک نے اپنا شعار بنایا۔حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے قبل اپنے بڑے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وصیت فرماتے ہیں:

"علیک بتقوی اللہ واطاعته، ولا تَخَفْ أحَداً، ولا ترج احدا وکل الحوائج إلی اللہ ولا تعتمد إلا علیه واطلبها جمیعًا منه ولا تتق بأحد سوی اللہ عزّوجل" (٦)

''خدا کے تقویٰ اور طاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز خدا کے کسی سے خوف یا امید نہ رکھو، تمام حاجات کو خدا ہی کو سونپو اور اسی سے طلب کرتے رہو، سوائے خدا کے کسی پر اعتماد نہ رکھو۔''

صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی تو تعریف ہی یہی ہے کہ وہ قرآن وسنت کا دامن ہمیشہ تھامے رکھتے ہیں اور اپنی عقلوں کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم میں صرف کرتے ہوئے سنت کی پیروی میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔شیخ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کی تعریف یوں کی ہے:

"القائمون بعقولهم علی فهم السنة والعاکفون علیها بعقولهم." (٧)

''اپنی عقلوں کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں۔''

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خلق پر تمام راستے مسدود کر دیے گئے ہیں سوائے اس کے کہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلا جائے، ہمارا سارا طریقہ کتابِ الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہے۔" (۸)

جو شخص کلامِ الٰہی کے رموز سے واقف اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم نہ ہو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ سلوک وطریقت میں قیادت سنبھالے۔طبقۂ صوفیاء کی سیادت صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو احکامِ الٰہی وتعلیماتِ نبویؐ سے بخوبی آگاہ ہو۔شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص حافظِ کلامِ الٰہی وعالمِ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، اس کی تقلید در بارۂ طریقت درست نہیں،

اس لیے کہ ہمارے اس سارے علم (سلوک) کا ماخذ قرآن وحدیث ہے۔"(۹)

ہر دور میں ایک طبقہ ایسا رہا ہے جو شریعت وطریقت کے مابین تضاد وتباین کا پروپیگنڈہ کرتا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈہ سے بعض اہلِ علم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رَہ سکے۔ قدیم وجدید صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے ملفوظات اور ان کی بلند پایہ تصانیف کے عمیق مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت وطریقت میں تخالف وتضاد اور افضل ومفضول کی بحث تو کجا، ان میں کسی درجے کی تقسیم وتفریق کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی عليه الرحمة شریعت وطریقت کے مابین فرق کرنے والوں کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"جو صوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ فرقۂ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے۔"(۱۰)

شیخ موصوف ایک اور مقام پر شریعت وطریقت کے مابین اختلاف وتغایر کے نظریہ کی اس طرح تردید کرتے ہیں:

"یہ خیال بڑا ہی ناپختہ ہے کہ ہم طریقِ تصوف کو شریعت اور قرآن وسنت کے مخالف سمجھنے لگیں، حاشا وکلا ان دونوں چیزوں میں کوئی مغایرت یا اختلاف نہیں۔"(۱۱)

آپؒ مزید لکھتے ہیں:

''یہ لوگ (صوفیائے کرامؒ) کتاب وسنت کے عامل تھے، شریعت وطریقت کی تمام ظاہری وباطنی حدود کا احترام کرتے تھے، انہوں نے کبھی ظاہری اور باطنی شریعت میں تغافل یا تساہل سے کام نہیں لیا'' (۱۲)

موجودہ دَور میں مستشرقین کے زیرِ تربیت پروان چڑھنے والا مستغربین کا گروہ تصوف وسلوک کے بارے میں عوام میں شکوک وشبہات پیدا کر رہا ہے، تصوف کے بارے میں ایسے نظریات پھیلا رہا ہے جن کا صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں کہ فرائض کو ترک کر کے سنتوں کی طرف توجہ کی جائے، سنن کو چھوڑ کر نوافل میں لگا جائے۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ ایسا فعل کرنے والے کو احمق اور گمراہ تصور کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی عليه الرحمة فرماتے ہیں:

ينبغي للمؤمن أن يشغل أوّلاً بالفرائض، فإذا فرغ منها اشتغل بالسنن، ثم يشتغل بالنوافل والفضائل، فمن لم يفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمقٌ ورَعُونةٌ، فإن اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم يُقبَل منه وأُهِينَ. (۱۳)

"مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض پر متوجہ ہو، جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو، جو شخص اپنے فرائض سے فارغ نہیں ہوا اس کے لیے سنتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے، اس لیے کہ ادائے فرض سے قبل سنن ونوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا عمل کرے گا خوار ہوگا۔"

صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں کہ ظاہری شریعت کو چھوڑ کر صرف باطنی شریعت پر عمل پیرا ہوا جائے، نماز وروزہ کو چھوڑ کر صرف ذکر واذکار اور چلہ کشی پر اکتفا کیا جائے، اگر کوئی نام نہاد صوفی ایسی بات کہتا اور ایسے خیالات وافکار کا حامل ہے تو اس کا جماعتِ صوفیاء سے کوئی تعلق نہیں، وہ فرقۂ ضالہ میں سے ہے۔ حقیقی صوفیاء ایسے نام نہاد صوفیوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ظاہری اعمال اور باطنی افعال کا آپس میں تعلق ایسا ہے جیسے روح کا جسم سے تعلق ہے، ظاہری اعمال شریعت کہلائے جائیں گے اور باطنی اعمال تصوف۔ شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نسبة التصوف من الدين نسبة الروح من الجسد. (۱۴)

"تصوف کا دین میں مقام وہی ہے جو روح کا بدن میں ہوتا ہے۔"

تصوف ودین باہم لازم ملزوم ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الطريقة والشريعة متلازمان، لأن الطريق إلى الله لها ظاهرها وباطنها، فظاهرها الشريعة والطريقة، وباطنها الحقيقة. (۱۵)

"شریعت وطریقت باہم لازم ملزوم ہیں، کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک ظاہری حصّہ ہے اور ایک باطنی، ظاہری حصہ شریعت وطریقت ہے اور باطنی حصہ حقیقت ہے۔"

شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشريعة ظاهر الحقيقة والحقيقة باطن الشريعة وهما متلازمتان، لايتم احدها إلا بالاخر (۱۶)

"شریعت ظاہر حقیقت ہے اور حقیقت شریعت کا باطن ہے اور وہ باہم لازم وملزوم ہیں، ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔"

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فكل شريعة غير مؤيدة بالحقيقة فغير مقبول، وكل حقيقة غير مقيدة بالشريعة فغير محصول. (۱۷)

"جس شریعت کو حقیقت کی مدد حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہوتی ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ غیر حاصل رہتی ہے۔"

تعصب کی عینک اتار کر اگر انصاف اور نیک نیتی سے کتبِ تصوف کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اربابِ طریقت نے شرعی حدود سے کبھی تجاوز نہیں کیا، ان کے اعمال واحوال کا مصدر ومنبع شریعتِ مطہرہ ہی ہے، انہوں نے شریعت میں کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کی کہ وہ مطعونِ خلائق ٹھہریں، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب احکام

شریعت کی پابندی کے بغیر ناممکن ہے، حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

"اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کے خلاف کرنا باطن میں ریا کاری کی علامت ہے۔"(۱۸)

اسی طرح طریقت کی بنیاد بھی شریعت پر ہے، ایسی طریقت جس کی بنیاد شریعت پر نہ ہو اصحابِ طریقت کے نزدیک وہ مردود و باطل ہے۔

شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر وہ باطن (طریقت) جو ظاہر (شریعت) کے خلاف ہو باطل ہے۔"(۱۹)

اگر چہ یہ قول اس موضوع پر حرفِ آخر ہے، مگر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تو پاسداریٔ شریعت کا اس درجہ خیال رکھتے ہیں کہ جو شخص حدودِ شریعت کو نظر انداز کر کے طریقت کا مدعی ہو یا طریقت کی آڑ میں خود کو احکامِ شریعت سے مستثنیٰ قرار دیتا ہو، ایسے شخص کو اربابِ تصوف صوفی و زاہد سمجھنا تو درکنار جہنم کا ایندھن تصور کرتے ہیں (۲۰)۔ تائید کے لیے شیخ ابو القاسم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جو انہوں نے شیخ ابوعلی رودباریؒ سے کی ہے:

" کسی شخص نے ابوعلی احمد سے ایک شخص سے متعلق پوچھا جو مزامیر سنتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ میرے لیے جائز ہے، کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ اب مجھ پر حالات کے اختلاف کا کچھ اثر نہیں پڑتا، اس پر شیخ نے فرمایا: ہاں پہنچ تو چکا ہے مگر جہنم میں۔"(۲۱)

اس موجودہ دور میں بھی بعض ناعاقبت اندیش اور نام نہاد صوفیاء تصوف کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو احکامِ شرعی کی بجا آوری سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی وجہ سے تصوف پر انگشت نمائیاں ہوتی ہیں۔ حقیقی خانقاہوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسی گدیوں اور سجادہ نشینوں کے مکر و فریب سے پردہ اٹھائیں اور ان لوگوں کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے لائیں جو تصوف کو تجارت سمجھ کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں اور ذاتی منفعت کے لیے غلط عقائد کا افشاء کر کے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

کیا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ بعض اہلِ علم کا قلم ان نام نہاد صوفیاء کی بدولت ''تصوفِ حقیقی'' کے خلاف زہر اُگلے، جبکہ ''تصوفِ حقیقی'' کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ روحِ دین اور شریعت کی تکمیل ہے۔

شریعت و طریقت کے تلازم میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد فسق، ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن جمع بينهما فقد تحقق. (۲۲)

"جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا، جس شخص نے تصوف کو اپنایا اور فقہ کو نظر انداز کر دیا تو ایسا شخص زندیق ہوا۔ جس شخص نے ان دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔"

حقیقت بھی ایسے ہی ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر بہت بعد تک جو شخص جتنا بڑا عالم ہوتا اتنا ہی بڑا صوفی ہوتا، اسی طرح جو شخص جتنا بڑا صوفی ہوتا اتنا ہی بڑا عالم ہوتا۔ جادۂ سلوک

پر چلنے سے قبل حصولِ علم لازمی وضروری امر تھا۔ خانقاہ پر مدرسہ کا اطلاق اور مدرسہ پر خانقاہ کا اطلاق ہوتا تھا۔ جب سے خانقاہ و مدرسہ الگ ہوئے، جب سے اہلِ علم نے اپنے آپ کو خانقاہوں سے جدا کر لیا اور اہلِ سلوک نے اپنے ہاتھ سے دامنِ مدرسہ چھوڑ دیا تب سے عالم بغیر عمل کے اور صوفی بغیر علم کے کثرت کے ساتھ پائے جانے لگے، ایسے عالموں اور صوفیوں نے ذاتی منفعت واغراض کے لیے فروغِ جہالت اور افشائے بدعت کے لیے سرگرم ہوگئے۔ علم وسلوک کے نام پر لوگوں میں ایسے نظریات وافکار کی ترویج ہونے لگی جن کا شریعت وطریقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر کیا یہ قرین انصاف ہے کہ چند بدعقیدہ اور جاہل گدی نشینوں اور مسند خانقاہ پر متمکن چند افراد کی وجہ سے تصوف وسلوک میں کیڑے نکالنا شروع کر دیے جائیں۔ حق تو یہ ہے کہ تصوف کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ پھر سے مدرسہ وخانقاہ کے درمیان تعلق کو بحال کیا جائے اور ان کے درمیان حائل خلیج کو پاٹ دیا جائے، پھر سے خانقاہوں سے " قال اللّٰہ وقال الرسول " کی صدائیں بلند ہوں اور علمی مراکز میں پھر سے ذکر واذکار کی محفلیں سجنے لگیں۔

سلسلۂ بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے یہ دیکھتے ہیں کہ تصوف وسلوک کے مقاصد کیا ہیں؟ تصوف وسلوک کی غرض وغایت کیا ہے؟ راہِ سلوک کی منازل طے کرنے سے انسان کو کیا فوائد حاصل ہوں گے؟

تصوف کی امہات کتب اور قدیم وجدید صوفیانہ افکار کے مطالعہ سے تصوف کے درج ذیل مقاصد معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ تزکیۂ نفس ۲۔ تصفیۂ قلب ۳۔ معرفتِ ربانی۔

شریعت میں ان تینوں امور کی جو اہمیت وافادیت ہے اس سے ہر ذی شعور مسلمان آگاہ ہے، تزکیۂ نفس کے بغیر کتاب وحکمت کی تعلیم مؤثر نہیں ہوسکتی اور تزکیۂ نفس کا حصول راہِ سلوک پر چلے بغیر ناممکن حد تک مشکل ہے۔ صوفی نہ صرف گناہوں کو ترک کرتا ہے بلکہ اس کی جڑوں تک کو تلاش کر کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال باہر پھینکتا ہے۔ یہ کام آسان نہیں ہے، ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں گھر بنانا چاہتی ہے، خواہشات بسا اوقات رذائل کو فضائل کی شکل میں پیش کرتی ہیں، لیکن ایک صوفی ایمان واخلاص کے سہارے نفس وشیطان کے جال سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس راہ میں بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے اور سخت ریاضت وجانفشانی سے کام لینا ہوتا ہے۔ اللہ کی حضوری ومعیت کا تصور اس کے لیے مدد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ یہی شریعت کا مقصود ہے کہ انسان کے دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کا مطمحِ نظر آخرت ہو، وہ دنیا میں بھرپور زندگی گزارتے ہوئے اپنے دامن کو دنیاوی آلائشوں سے بچا کر راہِ آخرت کا راہی ہو۔ یہی تصوف کا مطلوب ومقصود ہے۔

تصوف کی لغوی تحقیق میں چاہے جو موشگافیاں کی گئی ہوں اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے تذکرے چاہے جس انداز سے لکھے گئے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اپنی روح اور مقصد کے اعتبار سے تصوف شریعت کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تصوف کی طویل تاریخ میں کچھ قابل اعتراض باتیں مل جائیں اور بعض صوفیوں کے قول وفعل میں

اعتراض کی گنجائش نکل آئے، لیکن اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے ہمیشہ اس بات کی تصریح کی ہے کہ تصوف کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہے اور طریقت شریعت ہی کی عملی شکل ہے۔ان بزرگوں نے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ شرعی احکام کو نظر انداز کر کے کسی طرح بھی خدا رسیدگی ممکن نہیں ہے، ولایت اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک احکامِ الٰہی کی اتباع اور نبی کریم ﷺ کی پیروی نہ کی جائے۔

اس ضمن میں اس بات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعصب اہلِ قلم نے تصوف کی تاریخ رقم کرتے ہوئے اس کے ڈانڈے یونانی تصوف، یہودی تصوف، عیسائی رہبانیت، چینی وجاپانی تصوف اور ہندو سادھوؤں سے ملانے کی جسارت کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف اور ان میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی مماثلت موجود ہے۔صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی یہ تعلیمات ہرگز نہیں ہیں کہ جنگلوں میں زندگی بسر کی جائے، پتھروں پر بغیر بستر کے سویا جائے، زمین پر لیٹنے کی بجائے درختوں کے تنوں سے ٹیک لگا کر سویا جائے اور کپڑوں کی بجائے پتوں کا لباس بنایا جائے۔ یہ تعلیمات بدھ مت یا عیسائی راہبوں کی تو ہوسکتی ہیں اسلامی تصوف سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔کسی قسم کی معمولی مماثلت کی وجہ سے اسلامی تصوف کو ان کے ساتھ ملانا اور اس کو اسلامی تصوف کا ماخذ ومنبع قرار دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اسلامی تصوف کا ماخذ تو قرآن وسنت ہے، اس کی تاریخ ہی بعثتِ نبوی ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔

عہد رسالت مآبؐ اور دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تعلیم وتزکیہ اور احسان واخلاص کا یہی رنگ قائم رہا، صحابہ کرامؓ سبھی اس راہ پر گامزن تھے، رسول اکرم ﷺ کے فیض صحبت نے ان کے دل ودماغ کو اس قدر اور اتنا منور کر دیا تھا کہ ان کے سامنے باطل ٹھہر نہیں سکتا تھا۔خلافتِ راشدہ کے بعد جب نظام حکومت خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہوا اور متاع دنیا مطمحِ نظر بننے لگی تو مسلم معاشرہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔سلاطین وامراء کی دیکھا دیکھی ملت کے دوسرے طبقے بھی لذاتِ دنیاوی کی طرف مائل ہونے لگے، کلمۂ حق کہنا سر قلم کروانے کے مترادف تھا، اس زمانے میں دین کو بچانے اور اخلاص واحسان کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے منظم کوشش کی ضرورت صلحائے امت کو محسوس ہوئی۔ یہیں سے تصوف کا باقاعدہ آغاز ایک منظم صورت میں نظر آتا ہے۔صوفیاء کرام رحمہم اللہ کا واحد مقصد اصلاحِ امت تھا۔ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں بہت سے دردِ دل رکھنے والے افراد نے دنیاوی جاہ ومنصب اور دولت وحشمت سے صرفِ نظر کر کے اپنی پوری زندگی لوگوں کے اصلاحِ احوال میں صرف کر دی۔ یہیں سے صالحین ومصلحین کا ایک گروہ مصروفِ کار نظر آتا ہے۔حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سعید ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے خاص طور سے اس اہم کام کی طرف توجہ کی۔ یہ اصحاب نہ صرف صوفیاء کرام رحمہم اللہ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے بلکہ محدثین کرام کے ہاں بھی قابل حجت تھے۔ یہ اصحاب جتنے بڑے صوفی تھے،

اتنے بڑے ہی مفسر ومحدث اور فقیہ بھی تھے۔ ان بزرگوں نے وقت کی سیاست سے اپنے دامن کو پورے طور سے بچایا۔ ترکِ دنیا حقیقی صوفیاء کا مقصد ہرگز نہ تھا، لیکن لوگوں کی اصلاح کے لیے ترکِ دنیا ناگزیر ہوگئی تھی، کیونکہ امراء وسلاطین کو اگر ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو پھر کام کا کیا ذکر ہے، جان کی بھی خیر نہیں تھی۔ چنانچہ ہر طرح کی احتیاط کے باوجود بہت سے بزرگوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ سلسلۂ رشد وہدایت آئندہ نسلوں میں بھی جاری رہا۔

بعد کے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام رحمہم اللہ میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اشخاص نے بندگانِ خدا کو راہِ حق دکھائی، تعلیم وتلقین سے لاکھوں انسانوں کے دلوں کا زنگ دور کیا اور ان کے قلوب کو نور وعرفان سے بھر دیا۔

برصغیر پاک وہند میں بھی بہت سے نفوس قدسیہ پہنچے، ان کی بدولت فیضان حق کے چشمے جاری ہوئے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم شریف الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانگیر اشرف رحمۃ اللہ علیہ، شاہ مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبد الرزاق ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بے شمار بزرگانِ دین گزرے ہیں جن کے نام لیوا آج بھی باقی ہیں اور اپنے بزرگوں کی طرح رشد وہدایت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ان تمام اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے بار بار یہ تصریح کی ہے کہ کتاب وسنت سے سرِ مُو تجاوز کرنا درست نہیں ہے، قرآن وحدیث ہی علم کا سرچشمہ اور حقیقت کا معیار ہے، کسی حال میں بھی شریعت سے انحراف جائز نہیں ہے۔ شاہراہِ نبوت سے ہٹ کر ولایت کی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف جہاں مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے وہاں اس کی اساس شریعتِ مطہرہ اور اس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیا کرام کے صحیح احوال وافکار اور حیات وتعلیمات کو عام کیا جائے جس کے لئے امہات کتب جیسے اللمع فی التصوف از ابونصر سراجؒ (۳۷۸ھ)، التعرف لمذہب اہل التصوف از ابو بکر کلاباذیؒ (۹۰-۳۸۰ھ)، قوت القلوب از ابو طالب المکیؒ (۳۸۶ھ)، طبقات الصوفیہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی (۴۱۲ھ)، حلیۃ الاولیاء از ابونعیم الاصبہانیؒ (۴۳۰ھ)، الرسالۃ القشیریہ از امام قشیریؒ (۴۶۵ھ)، کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویریؒ (۴۷۰ھ) سے استفادہ کیا جائے۔ (۲۳)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ آل عمران ۳: ۱۶۴۔　　۲۔ الجمعہ ۲:۶۲۔

۳۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیلؒ (م: ۲۵۶ھ)، جامع صحیح، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام الخ، حدیث رقم ۴۷۔

۴۔ الجیلانی، شیخ ابومحمد عبدالقادر، فتوح الغیب، مطبع الحنفی، ۱۲۷۲ھ، ص ۳-۴۔

۵۔ ایضاً، ص ۵۔　　۶۔ ایضاً، ص ۱۱۹۔

۷۔ حضرت شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، مترجم حضرت شمس بریلوی، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور، ستمبر ۱۹۴۸ء ص ۲۷۔

۸۔ شیخ ابوالقاسم قشیری، رسالۂ قشیریہ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ص ۱۹۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، المحمود اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۸۔

۱۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، مسرج، مترجم: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبۂ نبویہ لاہور، ص ۶۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۱۳۔ فتوح الغیب، ص ۸۰۔

۱۴۔ الحسنی، احمد بن محمد بن عجیبہ، ایقاظ الھمم فی شرح الحکم، دار المعارف، البیروت (س۔ن) ج ۱، ص ۸۔

۱۵۔ علاؤ الدین مصطفیٰ، ردّ المحتار، مطبع مجتبیٰ، دہلی، ۱۳۳۱ھ، ج ۳، ص ۳۰۳۔

۱۶۔ مصطفیٰ العروسی، السیّد، نتائج الافکار القدسیۃ فی بیان معانی شرح الرسالۃ القشیریۃ لشیخ الاسلام زکریا الانصاری، جامع الدرویشیہ، دمشق، (س۔ن) ج ۲، ص ۹۳۔

۱۷۔ قشیری، امام ابوالقاسم عبدالکریم (م: ۴۶۵ھ)، الرسالۃ القشیریۃ، مکتبۃ المصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ط: ۲، ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء، ص ۴۶۔

۱۸۔ شیخ ابوالقاسم قشیری، رسالۂ قشیریہ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ص ۶۲۔

۱۹۔ رسالۂ قشیریہ، ص ۶۳۔

۲۰۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، روح تصوف، خورشید گیلانی ٹرسٹ لاہور، ص ۴۸۔

۲۱۔ شیخ یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، مترجم: شاہ نجم الدین فردوسی، ص ۳۰۱۔

۲۲۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح فی شرح المشکوۃ المصابیح، ج ۱، ص ۲۵۶۔

۲۳۔ یوسف سلیم چشتی، تاریخِ تصوف، دار الکتاب، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵